شاہ ولی اللہ کے معاشی ارتقا کے فلسفہ پر

ایک تقابلی و تعارفی نوٹ

مولانا الٰہی بخش جار اللہ ایم اے

انسانی زندگی کا ارتقا ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایک زمانہ تھا جب دنیا نہ صرف مادی ترقیوں سے ناواقف تھی بلکہ معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور روحانی، ان بلند ترین اقدار سے بھی بے بہرہ تھی جن کا درس سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ اسلام کے ابدی اصولوں نے زندگی کو ترقی کی ناقابل تسخیر قوتیں بخشیں جو زندگی کے کسی بھی زاویہ میں ٹھہراؤ stagnation کے تصور سے نا آشنا تھیں۔ اسلامی اصولوں کی برکت سے دنیا نے اخوت رواداری کی روایتی عدل و مساوات کی بنیادیں، تمدن و تہذیب کی قدریں، معیشت و معاشرت کی تنظیمیں پائیں۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب کے ریگزاروں میں خطابت و انشاء کی مہارتوں، علم و ہنر کی روشنیوں، فکر و نظر کی جولانیوں، صنعت و حرفت کی نیرنگیوں، عیش و نشاط کی فراوانیوں کا تصور اور شعور پیدا کیا۔ انسانی اس شعور کو لے کر انسانیت کا قافلہ زندگی کی ارتقائی جدوجہد میں رواں دواں رہا اور برابر ارتقاء کی بلند تر منزلیں طے کرتا رہا مگر مسلمانوں کے سیاسی انحطاط کے ساتھ اس فکر کی مرکزی اہمیت نہ رہی۔ آج پھر ضرورت ہے کہ اس

فکر کا از سرِ نو احیاء کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اسلامی نقطۂ نگاہ سے نوعِ انسان کے معاشی و معاشرتی ارادات کے ارتقاء کے اسباب و عوامل پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس باب میں شاہ صاحب کو اسلامی و غیر اسلامی جدید مفکرین پر کتنی وجوہ سے برتری حاصل ہے، اختصار کے پیش نظر اس وقت شاہ صاحب کی فکری خصوصیات کا دورِ جدید کے چند چیدہ چیدہ عالمی مفکرین کے رشحاتِ فکر سے مقابلہ کرکے اس کی جامعیت اور افادیت کو نمایاں کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اگر نوعِ انسانی کی عالمی ارتقائی معاشی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سو برس کے دوران دنیا نے مادی اعتبار سے حیرت انگیز ترقی کی ہے صنعتی انقلاب، فنی و تکنیکی ارتقاء کے باعث دیکھتے ہی دیکھتے معاشی شعبوں کے علاوہ زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی بے پناہ تبدیلیاں ہوئیں۔ انسانی زندگی اس کے گرد برق رفتاری سے جولانی کرنے لگی۔ حرکت کی اس تیزی اور ترقی کی اس جولانی نے وقت کے مفکرین کو ارتقاء کے عوامل کا کھوج لگانے کی فکر مبذول کر دیا ...... یہ ارتقاء اگرچہ اپنی اپنی جگہ مختلف بھی ہیں اور منتشر بھی، لیکن ان سب میں ایک قدر مشترک کام کر رہی ہے۔ اس قدر مشترک کو واضح کرنے کے لئے ذیل میں چند مفکرین کے زاویہ فکر کا اجمالی تجزیہ کیا جاتا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے عظیم مفکر پروفیسر آدم سمتھ نے اپنی کتاب "دولت اقوام" میں ارتقاء کا واحد عامل انسان کے استحصالِ منفعت کے رجحان کو قرار دیا ہے، موصوف اسے اپنے خاص انداز میں غیبی ہاتھ کا بھی نام دیتے ہیں۔ اور انھوں نے وقت کی حکومتوں کو عدم مداخلت کی پالیسی کی بھی اسی بنیاد پر تلقین کی کہ یہ غیبی ہاتھ خود بخود معیشت کو ترقی کی راہوں پر توازن کے ساتھ گامزن اور متحرک رکھے گا۔ نہ اس میں انحطاط کا خطرہ ہے نہ ہی ٹھہراؤ کا۔ حتیٰ کہ موجودہ صدی کے تیسرے دہے میں رونما ہونے والے معاشی عظیم بحران کی وجہ بھی پروفیسر پیگو Pigue نے حکومت اور ٹریڈ یونینوں

Trade unions کی مداخلت کو قرار دیا جو ذاتی منفعت کے عامل کو صحیح کام نہیں کرنے دیتیں۔

بایں ہمہ آدم سمتھ اور کلاسیکی فکر کے ابتدائی حامیان ریکارڈو اور مالتھس کو شدید مایوسی نے آلیا کہ معیشت میں پس روی نہیں تو اچانک ٹھہراؤ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور منفعت پیدا کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے بعد اب تک تمام معاشی نظریے مسلسل ارتقاء Growth کے Steady ہونے کے سلسلہ میں تمام تر فکری کوششیں صرف کرنے کے باوجود اس کے لئے کوئی فکری جواز اور بنیاد پیش نہ کر سکے۔ ویز لیکین یونیورسٹی کے ماہر اور معاشیات و ڈیولپمنٹ کے پروفیسر ہارالڈ ولیمسن اپنی کتاب "اکنامک ڈیولپمنٹ" میں معاشی ارتقاء کے فکری رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ ریکارڈو، مارکس، شمپیٹر، ہیرڈ، ڈومر تمام کے دلائل اس بات پر زور دیتے ہیں کہ موجودہ معیشت اچانک ٹھہراؤ کی کیفیت اختیار کرے گی۔"

ریکارڈو اور مالتھس نے یہاں تک بھی پیشگوئی کی کہ وقت کی عظیم فنی ایجادات اور ٹیکنیکی امکانات کے باوجود ملک کی اکثریت جو محنت کش طبقہ پر مشتمل ہے۔ آہنی قانون کے تحت قوت لایموت Bare Subsistance سے زیادہ حاصل نہیں کر سکے گی۔

فی الحقیقت فکری یہی زاویہ تھا جس نے کارل مارکس اور اس کے پیروکاروں کو اس فکری بغاوت پر مجبور کیا کہ انسانی زندگی کو ترقی کی راہ میں یہ آہنی دیوار محنت کی رسد نے نہیں بلکہ سرمایہ داری کی بنا پر روک ٹوک، لوٹ کھسوٹ نے کھڑی کی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ جب اشیاء میں تخلیق یا تخفیف قدر کا عمل محنت ہی کا مرہون منت ہے تو اس عمل سے حاصل ہونے والی فاضل قدر Surplus Value کا بھی محنت کے علاوہ کوئی حقدار نہیں جس پر سرمایہ دار نے ناجائز حق جتا کر معیشت کو ترقی کرنے سے روک دیا ہے۔

ارتقائی فکر کا یہ معاشی تجزیہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک تاریخی تجزیہ بھی پیش کیا گیا۔ جس کا اولین نقیب خود کارل مارکس تھا۔ کارل مارکس نے معاشرتی و معاشی ارتقاء کی بنیاد امدادی مادیت Dialectical Materialism

تاریخی تصور پر رکھی۔ ہر چند مارکس کا یہ تصور ہیگل کی اقتداری منطق پر موقوف تھا تاہم مارکس کو اس کا بھی دعویٰ تھا کہ جدلیاتی ارتقاء کا یہ نظریہ سائنٹیفک ہے کیونکہ یہ نظریہ ڈارون کے نظریہ تنازع للبقاء Struggle for Existance اور بقاء اصلح Survival the Fittest کی طرح علمی مشاہدات اور استخراجی استدلالات پر مبنی ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ کارل مارکس نے استخراجی اور استقرائی انداز استدلالات کی بنیاد پر جتنی پیشگوئیاں کیں ان میں سے کوئی بھی پوری نہ ہو سکی۔ یہ چیز بجائے خود اس مادیت کے تصور کے سائنٹیفک نہ ہونے کا واضح ثبوت ہو۔

ہسٹاریکل سکول کے جرمن ماہر معاشیات برونو ھائلڈ براند اور کارل بوچر نے بھی معاشی ارتقاء کی بنیاد خود غرضانہ تقاضا دجذبات پر رکھی ہے۔ اور تاریخی ، وحشت و بربریت ، انفرادیت پسندی اور اجتماعیت گریزی کو ارتقاء کی اصل قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے نزدیک چونکہ خود غرضانہ مقاصد کا حصول معاشرتی تعاون کے بغیر ناممکن تھا اس لئے اضطراری طور پر عمرانی معاہدات وضع کئے گئے۔ جس سے گھریلو، قصباتی اور قومی نظام وجود میں آئے۔

فریڈرک لسٹ کا شمار ان معاشی معلمین کی فہرست میں ہوتا ہے جنہوں نے یہ آواز بلند کی کہ

"معاشرہ کو متحارب افراد کے مختلف گروہوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ترکیبی کل ہونا چاہیئے"۔

فریڈرک لسٹ، میولر اور موریس کی طرح مزدوروں میں یہ احساس پیدا کرنے کا بھی حامی تھا کہ وہ ایک کل کے اجزاء ہیں، لیکن اس کے لئے وہ فکری اور عملی کوئی بنیاد پیش نہ کر سکا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام آراء وافکار حالات وظروف کی وقتی تعبیرات کے سوا کچھ نہیں۔ جنہیں نہ تو علمی اور سائنسی کمال کا نام دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی فلسفہ زلیست کا، بلکہ اگر ان مخصوص احوال وظروف سے نظر ہٹا کر جائے جن کی تشریح اور تعبیر کے لئے یہ خیالات گوشہ میں گئے ہیں تو ان کی کوئی قیمت بھی نہیں رہتی۔

ان تمام کے پیچھے صرف ایک سانحہ کام کر رہا ہے اور وہی قدر مشترک بھی ہے اور وہ ہے مغربی استعمار میں مظلوم اور ظالم کی کشاکش! جسے کارل مارکس نے منشور میں تاریخی حقیقت

کا عنوان دے کر یوں پیش کرتا ہے۔

"تا ہنوز جس قدر معاشرتیں وجود پذیر ہوئی ہیں سب کی تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے، آزاد اور غلام، امیر اور غریب، آقا اور رعیت، آجر اور اجیر بالفاظ دیگر ظالم اور مظلوم مسلسل باہمہ دگر برسرِ پیکار رہیں۔ ایک مسلسل اور لاانتہائی جنگ۔ ایک جنگ جو ہمیشہ یا تو معاشرت کی انقلابی تشکیل نو پر اور یا پھر فریقین کی تباہی پر منتج ہوئی ہے۔"

مارکس آگے چل کر لکھتا ہے۔

"اور موجودہ بورژوا معاشرت نے بھی۔ جو جاگیردارانہ معاشرت کے کھنڈرات پر اٹھی ہے۔ اس کش مکش کو ختم نہیں کیا ہے۔ بلکہ قدیم طبقاتی آویزش کے بجائے ظلم وستم کے نئے انداز کے ساتھ نئی طبقاتی جنگ کو جنم دیا ہے۔ اور قدیم معاشرتی تقسیم در تقسیم کی جگہ معاشرت کو دو متحارب گروہوں یعنی بورژا اور پرولتاری میں بانٹ دیا ہے۔"

یہ ہیں وہ حالات جن کی تعمیر تشریح اور ترجمانی ڈاروِن تنازع للبقاء اور ارتقاء اصلح

کے عنوان سے کرتا ہے تو ھیگل فکری جدلیت کی منطقی تعبیر سے، کارل مارکس اضدادی مادیت کے تاریخی تصور سے کرتا ہے تو آدم سمتھ ذاتی منفعت کی حرص و آز سے اور میں یہاں تک عرض کرنے کی بھی اجازت چاہوں گا کہ حالات کا یہی ہیجان ریکارڈو، مالتھس، سپنسر، ہولڈ، ڈومر اور ھینس کی فکری تشریح میں اچانک سیکولر سٹیگنیشن کی مایوس کن کیفیت حاصل کرلیتا ہے۔ اور ڈیڑھ صدی کی مسلسل جدوجہد کے بعد معاشی و معاشرتی ترقی کی تمام فکری راہیں بیک وقت تاریک تر اور مسدود ہو جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے فلسفہ ارتفاع کے بنیادی نقاط پیش کرنے سے پہلے ہم حضرت شاہ صاحب کی خصوصی اصطلاح ارتفاق کی تشریح کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اسے معاشی و معاشرتی ارتقاء سے کیا تعلق ہے۔

ارتفاق کے لفظ کا مادہ رفق ہے۔ اس کا مطلب نرمی یا نرمی سے کام لینا ہے (۱)
حضرت شاہ صاحب کی یہ اصطلاح معاشرتی، مذہبی، فکری ارتقاء سے بالعموم اور معاشی ارتقاء کے تصور سے بالخصوص متعلق ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ مثال کے طور پر پیدائش دولت کا عمل لیجئے۔ پیدائش دولت کا مطلب، مادہ کو عدم سے وجود میں لانا یا اس کی تخلیق نہیں، اور نہ ہی اس کا مفہوم اشیاء کے اندر ایسے فوائد کی تو دیع ہے جو خالق کائنات نے ان میں پیدا نہیں ماسے۔ کیونکہ اس معنی کی رو سے ایک انسان پیدائش کے عمل سے بالکل قاصر ہے۔ دراصل پیدائش دولت کا عمل اشیاء کی قدر کی تصنیف ہے، آسان سی مثال لیجئے جیسے بڑھئی لکڑی پر وقت صرف کر کے اسے میز کی شکل دے دیتا ہے جو قدر و قیمت میں لکڑی کے ایک ٹکڑے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اس مقصد کے لئے ایک انسان کو قدرتی اور طبعی شئی پر وقت خرچ کرنا پڑتا ہے، دماغی یا جسمانی محنت صرف کرنا پڑتی ہے۔ اور آلات و سرمایہ بھی کام میں لانا پڑتا ہے تقسیم کار کے موجودہ دور میں اگرچہ یہ تمام کام علیحدہ علیحدہ شعبوں اور حصوں میں بٹ چکے ہیں، تاہم بنیادی طور پر یہی طریق کار ہے جس کی مدد سے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں کامیابیوں سے ہمکنار رہا۔ اور اس کی بدولت اس نے فطرت کو رام کرنا سیکھا۔ پھر وہ اس راہ میں جوں جوں قدم آگے بڑھاتا گیا توں توں، اس کے لئے راستہ ہموار ہوتا گیا۔ یہی ترجمان اتفاق ہے، اور یہی ارتقاء ترجمان، اسرار ولی اللہی حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم رقمطراز ہیں۔

"اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے اوزاروں کے ذریعہ تھوڑے وقت وقت میں کم طاقت خرچ کرنے سے بہت فائدے حاصل کرنے کو ارتفاق صالح کہا جاتا ہے" (۲)

حضرت مولانا غلام حسین صاحب جلبانی اپنی کتاب "شاہ ولی اللہ کی تعلیم" میں ارتفاق کی تشریح کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

کائنات کی وہ تمام اشیاء جو انسان کے لئے فائدہ بخش ہیں وہ خود بخود ... کے تصرف میں نہیں آتیں ...... تحریف استفادہ کیلئے یہ اشیاء

انسان کو اپنی سہولت اور فائدہ کے مطابق تیار کرنا پڑتی ہیں۔" (۳)

ارتفاق کے اسی عنوان کے تحت حضرت شاہ صاحب نے معاشی و معاشرتی ارتقاء کا جو فلسفہ پیش کیا ہے وہ دیگر تمام ارتقائی فلسفوں میں تاریخی اعتبار سے مدلل، فکری اعتبار سے مکمل، عقلی اعتبار سے موثق، روحانی اعتبار سے موید، فلسفیانہ اعتبار سے عالمگیر اور اصولی اعتبار سے فطری ہے۔ اس تشریح کے بعد امید ہے کہ شاہ صاحب کے فلسفہ کی بنیادی خصوصیات بہتر طریق سے ذہن نشین ہو سکیں گی۔

ذیل میں شاہ صاحب کے فلسفہ کی رو سے انسان کے معاشی و معاشرتی ادارات کے ارتقاء کے مندرجہ ذیل بنیادی عوامل کا اجمالی تعارف کرایا جاتا ہے۔

(۱) ارتقاء کا معاشی محرک

(۲) ارتقاء کا انسانی عامل

(۳) ارتقاء کا وجدانی ذوقی و نفسیاتی عامل

(۴) ارتقاء کا تجربی استقرائی و ٹیکنیکی عامل

(۵) ارتقاء کا جبلت، عقل اور قلب انسانی کی معرفت الہامی، باطنی، توالی عامل

(۶) ارتقاء کا تاریخی عامل

(۷) عمرانی ارتقاء کا عامل۔

۱۔ شاہ صاحب بنیادی طور پر ان لوگوں کے خلاف ہیں جو ابتدائی انسان کو وحشت کا خوگر، ہم نوع دیگر افراد انسانی سے متنفر اور اس سے برسرِ پیکار بتاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک اجتماعیت، معاشرت، مدنیت انسان کی فطرت ہے، الفت و مروت اس اس کی طبعیت ہے اور تعاون و مواسات اس کی سرشت میں داخل ہے (۴) اس لئے اس کے معاشرتی و معاشی ارتقاء کے اسباب داخلی اور طبعی ہیں، وضعی اور اضطراری نہیں۔

شاہ صاحب دیگر تمام مفکرین کی طرح انسانی خواہشات اور ان کی تسکین کے جذبہ کو معاشی محرک قرار دیتے ہیں۔ (۵) لیکن آپ کے نزدیک انسانی معیشت اور معاشرت کا ارتقاء اس کی

تین دیگر خصوصیات پر مبنی ہے۔ ان میں سے پہلی انسانی خصوصیات ہے۔ دوسری نفسیاتی اور وجدانی اور تیسری معاشرتی و عمرانی و ٹیکنیکی خصوصیت ہے۔ ان کے پیچھے اصل محرک معاشی خواہشات ہیں۔ وہ تین خواہشات یہ ہیں۔

پہلی خصوصیت انسان میں طبعی محرک کے علاوہ ایک عقلی محرک یا منشاء کلی کا ہونا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک حیوان ہیئت جبلی کے تحت عمل کرتا ہے لیکن انسانی اعمال کے پیچھے اس کا طبعی اور جبلی خواہش یا داعیہ کام نہیں کر رہا ہوتا بلکہ ایک عقلی مقصد اس کا اصل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اپنے بنی نوع میں بہتر اخلاق کا طالب ہونا ہے کے لئے کوشاں ہونا یا ملک میں صالح نظام و معاشرت و معیشت کیلئے جدوجہد کرنا۔ یہ سب طبعیت و جبلت سے بلند تر عقلی و کلی تقاضے ہیں (۶) گویا انسان میں، مغرب کے موجدین کو چھوڑ کر بنی نوع انسانی سے ہمدردی، اس کی موجدوں فلاح بہبود اور اس کی ترقی و خوشحالی کا جذبہ پنہاں ہے، شاہ صاحب کے نزدیک یہی جذبہ ہے جو ترقی کیلئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔

۲۔ انسان کی دوسری خصوصیات وجدانی اور ذوقی ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ انسان اپنی خواہشات کی تسکین حیوانوں کی طرح نہیں کرتا بلکہ ان کے لئے ایک ایسا ماحول تیار کرتا ہے جو اس کے ذوقِ سلیم اور وجدان و مذاق کا آئینہ دار ہو (۷) مثال کے طور پر وہ کھانے کی خواہش ایک جانور کی طرح نہیں مٹاتا بلکہ کھانا کھانے کے لئے ایک طریقہ وسلیقہ، ایک ماحول تیار کرتا ہے جو اس کے ذوقِ لطافت و نظافت کو تسکین دے۔ اسی طرح وہ مشروب بھی خوشگوار چاہتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی انسان کی اس فطری خصوصیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اس نے جہاں انسان کے رہنے کی جگہ کا ذکر فرمایا ہے تو وہاں یوں ارشاد فرمایا ہے "وہ مساکن ترضونہا" یعنی مسکن جو اس کے ذوقِ حسن و جمال کی تکمیل کرتے ہیں" اس سے عیاں ہے کہ انسان کو صرف مسکن نہیں مسکن کے ساتھ کچھ اور بھی ذوقی داعیہ کی تکمیل بھی مطلوب ہے۔

۳۔ انسان کی تیسری خصوصیات استنباط اور تقلید کا ملکہ ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انسانوں میں سے کچھ اس قدر دانشمند اور ذی شعور ہوتے ہیں جو خواہشات کے احساس مقاصد کے ادراک کے ساتھ ان کی تسکین کے لئے عمدہ اور صالح تدابیر کا استنباط کرتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں

جنہیں یہ ملکہ نصیب نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے دلوں میں مقاصد و مدعا تو پیدا ہوتے ہیں مگر وہ انکے بہترین حل کا استنباط نہیں کر پاتے۔ اول الذکر کو باری تعالیٰ نے مقاصد اور ان کی تکمیل کا تفصیلی ملکہ بخشا ہوتا ہے اور موخر الذکر کو اجمالی اس لئے یہ لوگ جب پہلے قسم کے لوگوں کے استنباط کو معلوم کرتے ہیں تو اپنے علم اجمالی کے موافق پاکر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں (۸) علم اجمالی کی سادہ اور سرسری مثال ایک معصوم بچے کی یہ لیجئے جیسے مثال کے طور پر پیاس کا احساس ہوتا ہے۔ وہ روتا ہے۔ اس کی ماں اس کے حلق میں پانی کے چند قطرے اتارتی ہے تو اس سے وہ سکون اور تسکین کا وجدان حاصل کرتا ہے۔ فی الحقیقت یہی ملکہ اجمالی ہے۔ جو اسے خواہش کا شعور دیتا ہے اور تسکین کا احساس لیکن پانی ملنے سے پہلے وہ اس پر قادر نہیں جو تفصیلی طور پر بتا سکے کہ اس کی پیاس کیونکر بجھے گی۔ ان میں دونوں ملکوں میں سے ملکہ اجمالی تقلید کرتا ہے تو ملکہ تفصیلی استنباط کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ارتقائی تعبیر کرنے کے فلسفیانہ پہلو بیان کرنے میں شاہ صاحب سے کوئی بھی آگے نہیں نکل سکا۔

۵۔ اسی پر بس نہیں، حضرت مجدد العلت، قطب زماں، فلاسفی دوراں، جناب شاہ صاحب نے انسان کی ان منازل ارتقار کے سلسلہ میں ایک اور در مکنون، سر نہاں اور راز درون کا انکشاف کیا ہے جس کے بغیر تمام نظریات ارتقاء لغو اور بے بنیاد تھے۔ وہ یہ ہے کہ کارگاہ ہستی کے اس عظیم الشان نظام کے پیچھے ایک بلند تر نور اور حقیقت الحقائق معروف مدل ہے جو اس عالم کے ہر ذی حیات کو اس کی بقار زیست کے ہر شعبہ میں اور اس کے سفر ارتقاء کے قدم قدم پر اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اسے راہ دکھاتا ہے (۹) اس لئے حضرت شاہ صاحب کے نزدیک معیشت و معاشرت کا یہ ارتقار محض اکتسابی، وجدانی اور عقلی ہی نہیں بلکہ تو ولیعی اور وہبی بھی ہے۔ شاہ صاحب ذی حیات کے اندر باطنی اس کیفیت نور اور اس کے جلار کو اپنی خاص اصطلاح میں "الہام" کا عنوان دیتے ہیں۔ اس بارے میں شاہ صاحب کی تفصیلات کا اجمالی تجزیہ کیا جائے تو الہام کی تین قسمیں بنتی ہیں۔

اوّل جبلی الہام۔ الہام کی یہ قسم عام ہے۔ اس میں ہر ذی حیات شامل ہے۔ انسان ہو یا غیر انسان یہ بقار وجود کا جبلت حیوان کی معرفت الہام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر دو قسمیں صرف انسان کے

ساتھ خاص ہیں۔ پھر انہیں سے ایک عقلی ہے یعنی عقل وجدان اور ذہنی وشعور کی معرفت الہام اس میں عقلاء، حکماء، صلحاء، انبیاء، تمام شامل ہوتے ہیں۔ اور دوسری قسم قلبی الہام کی ہے یہ صرف انبیاء علیہم السلام کے قلوب قدسیہ پر وارد ہوتے ہیں۔ (۱۰)

اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوگئی کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک ارتقاء اور ارتفاق صرف نوع انسان کی خاصیت ہے۔ حیوانی جبلت نہ تو ارتفاق و ارتقاء کی متحمل ہے اور نہ ہی اس کی فطرت میں اس کی صلاحیت تو دیع کی گئی ہے۔ اور بشری طبائع میں اس کی تو دیع شاہ صاحب کے نزدیک کسی دلیل کی محتاج نہیں فرماتے ہیں۔

> "علم الارتفاق کا بشری طباع میں نزول ایک بدیہی اور اظہر من الشمس حقیقت ہے جس کے لئے کسی برھان یا دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے چرند و پرند کے سینوں میں بقا از لیت کے جبلی احساس کا نزول"۔
>
> (۱۹)

۶۔ حضرت شاہ صاحب نے ارتقاء کے اس فلسفیانہ اور استخراجی طریق استدلال کو استقرائی و تاریخی شواھد سے موثق اور مدلل فرمایا ہے۔ اور تاریخی اعتبار سے اس کو چار منزلوں میں تقسیم (ارتقاء کی پہلی منزل) فرمایا ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک (پہلی منزل ارتقاء) کا سراغ حضرت آدم علیہ السلام کے دور کی معیشت و معاشرت میں ملتا ہے۔ دوسری اور تیسری منزل کا سراغ سیدنا حضرت ادریس، حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے ادوار میں ملتا ہے (۱۱) اور اس کی آخری منزل بین الاقوامی اور عالمگیر معیشت و معاشرت کی ہے۔ (۱۲)

شاہ صاحب کی نگاہ میں انسان کا یہ معاشرتی و معاشی ارتقاء طبیعی، فطری اور داخلی، خارجی اور اضطراری یا وضعی نہیں۔ اسی لئے یہ فطرت کی طرح ہم آہنگ یکساں اور عالمگیر ہے معاشرت اور معیشت کے اس عالمگیر نظام کے تمام فکری و عملی اصول نبی امی صلی علیہ وسلم کی تعلیمات سے ملتی ہیں۔ (۱۳)

۷۔ شاہ صاحب انسانیت کے عمرانی ارتقاء کو بھی معاشی ارتقاء کا اہم عامل قرار دیتے

ہیں اور اس کی پانچ منزلیں قرار دیتے ہیں ۔

پہلی منزل :-

ایک چھوٹے معاشرے کی ہے ۔ جو کوہ و صحرا میں بسنے والے چھوٹے چھوٹے اجتماعات پر مشتمل تھا ۔ یہ آبادیاں ایک دوسرے سے دور واقع تھیں ، مختلف آبادیوں کا باہمی معاشی تعاون و تبادل رائج نہ تھا ۔ صحرائی مختصر سی یہ آبادیاں اپنی اپنی جگہ خود کفیل معیشت کے اصولوں کے مطابق تعاون و تبادل کی سادہ اور ابتدائی شکلوں پر عمل پیرا تھیں ۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک کوئی اجتماع و معاشرہ خواہ جس قدر مختصر ہی کیوں نہ ہو ارتفاق اول سے خالی نہیں ہوتا ۔ (۱۴)

دوسری منزل :-

میں انسانی آبادی بڑھ گئی ۔ وسائل نقل و حمل میں ترقی ہوئی ۔ دور دور آبادیاں قریب تر ہو گئیں ۔ تعامل و تبادل عام ہوا ۔ تجارب و مشاہدات اور افکار میں ہم آہنگی پیدا ہونا شروع ہوئی ۔ پہلی منزل کے معاشی و معاشرتی طور و طریقے جو نہایت سادہ تھے اب نکھرنا شروع ہوئے ۔ ان میں حسن و جمال ، ذوق و لطافت ، رائے کلی اور استنباط و تجربیت کا زیادہ خیال کیا جانے لگا ۔ ارتفاق اول کے اعمال زیادہ ترقی یافتہ صورتوں میں انجام پانے لگے ۔ (۱۵)

تیسری منزل :-

سیاست کی منزل ہے ۔ جب منتشر آبادیوں نے سمٹ کر شہروں کا روپ دھار لیا ، صنعت و حرفت اور زراعت کو ترقی ہوئی ۔ معاشی معاملات وسیع پیمانے پر رونما ہوئے (۱۶)

اور جب ان ممالک اور اقوام کا باہمی میل جول ہوا ، معاشی ربط و ضبط نے ایک قدم آگے بڑھایا ۔ تعاون و تعامل بڑھا ، وسائل نقل و حمل نے نئی کروٹ لی تو چوتھی ، آخری اور ارتفاق کی بین الاقوامی ، بین المملکتی اور بین الملی منزل سامنے آئی ۔

گویا پہلی منزل دیہاتی معیشت کی ، دوسری منزل شہری معیشت کی ، تیسری ملکی معیشت کی اور چوتھی بین الاقوامی نظام معیشت کی ہے ۔ حضرت شاہ صاحب نے آخری منزل کے بین الاقوامی ادارے ، ان کی تشکیل اور ان کی نوعیت پر بھی سیر حاصل بحث

فرمائی ہے۔ (۱۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قائم الزماں علیہ الرحمتہ ارتقاء کو استقرائی اور تجربی بتاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ

"انسانی جمعیت استنباط تدابیر کے سلسلہ میں اکثر و بیشتر ایسی شخصیتوں کی محتاج رہی ہے، جو سرچشمۂ حکمت و دانش ہوں، انسانی ضروریات سے واقف ہوں، کے طریقوں کے شناساں ہوں، اور محض مصلحت کلی کو سامنے رکھکر نتائج اخذ کرنے کے عادی ہوں" (۱۸)

لیکن مصلحت کلی اور عالمگیریت کا یہ انداز قومیت کے موجودہ مغربی جنون میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے اسلام کے عالمگیر اصول ہی بنیاد کا کام دے سکتے ہیں۔ ورنہ دیگر انداز مفضی الی اجمال للعاشں ہوگا۔ (۱۹)

یہاں ایک اور پہلو کا اجمالی ذکر بھی ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے انسان کی معاشی ترقی کے لئے معاشی و معاشرتی، سیاسی اور مذہبی ادارات مثال کے طور پر ذاتی ملکیت، وراثت، انتقالی ادائیگیاں، صدقات و خیرات، نظام زر و صنعت و حرفت کے ارتقاء عالمگیر سیاسی ادارات وغیرہ پر حکیمانہ بحث فرمائی ہے۔ اور بتایا ہے ان سے معیشت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں کیا سہولتیں حاصل ہوتی ہیں یا کیا رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔

آخر میں اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں پیش کرنے کی جرات کرونگا کہ اس تقابل سے مقصود موجودہ دور کے ٹیکنیکی امکانات اور فنی تکمیلات کو بے بنیاد ثابت کرنا نہیں اور نہ یہ مقصود ہے کہ ہمارے ان مفکرین کے افکار سائنس اور ٹیکنالوجی کی تفصیلات اور جزئیات و مشاہدات کا نعم البدل ہیں۔ اور ایسا ہونا ناممکن بھی ہے کیونکہ اس وقت ان جزئی مسائل کا وجود بھی نہ تھا پھر یہاں ایک بنیادی فرق بھی ہے۔ کہ ہمارے ان مفکرین کی فکری تعبیریں ابدی اور ازلی ہیں اور ابدی حقائق و معارف پر مبنی ہیں، اس کے برعکس ٹیکنیکی موجودہ تجزیے وقت کے مسائل کا تفصیلی اور جزئی جائزہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم ہمارے نزدیک اس تقابل کی اہمیت اور ضرورت اس لئے شدید ہے کہ اگر ٹیکنیکی ان امکانات کا جائزہ

ہمارے زندہ جاوید اسلاف کی فکری بنیادوں پر لیا جائے۔ اس سے قوم کی مادی ترقی اور اخلاقی، ذہنی، عقلی روحانی اور مذہبی اقدار میں نہ صرف ہم آہنگی پیدا ہوگی بلکہ ایک متوازن اور مسلسل ترقی کے لئے

راہیں ہموار ہوں گی جو نہ صرف قومی معاشرت و معیشت کے لئے ترقی کی شاہراہ کا کام دیں گی بلکہ عالمگیر پیغام ارتقاء و صعود ہوں گی اور فکری ان اصولوں کا سہارا لے کر عالمی معیشت و معاشرت اس سے بھی نجات حاصل کر سکے گی جس کا زبردست خطرہ موجودہ ترقی یافتہ معیشتوں کو براہ راست اور ترقی پذیر معیشتوں کو بالواسطہ درپیش ہے۔

واقف اسرار ولی اللہی حضرت مولانا عبداللہ سندھی مرحوم اپنی کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، میں لکھتے ہیں۔

اس کا مقصود اصلی یہ ہے کہ تمام انسانیت کو ایک قطعہ پر جمع کرے اور سب فکروں سے بلند فکر یا سب سے بلند بین الاقوامی نظریہ جو ساری انسانیت پر جامع ہو اس کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اور ان سے ان پر عمل کرائے انٹرنیشنل انقلاب یہ مضمون میں نے قرآن مجید کی آیت "ہوالذی ارسل رسولہ" سے استنباط کیا ہے (۲۰)

خود حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے نزدیک اس زاویہ فکر کی اشاعت مشیت ایزدی کا تقاضا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور جمع کرنا جہاد ہے بدور بازغہ میں فرماتے ہیں۔

(کن من المجاھدین باختصاص الخرض الالٰہی الخ

تم اس فکر کو ملکی اور بین المملکتی، قومی اور بین الاقوامی، ملی اور بین الملی سطح پر غالب کرنے اور شائع کرنے کیلئے معیشت خداوندی کے علمبردار بن جاؤ۔ کیونکہ یہ جہاد سے کم نہیں۔

آخر میں اپنی معروضات کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اسلامی فکر کو عالمی سطح پر عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی توفیق ہمارے شامل حال فرمائے۔ آمین

حواشی

۱ ملاحظہ ہو "شاہ ولی اللہ کی تعلیم" از مولانا غلام حسین صاحب جلبانی

۲ ملاحظہ ہو قرآن کریم کا مقدمہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر ص ۳۷-۴۴-۴۵- نیز الہام الرحمٰن ص ۲۶

۳ شاہ ولی اللہ کی تعلیم ص ۳۳ ۔ ۴ بدور بازغہ ص ۸۴ قولہ اقوال الانسان کالاعضاء نیز حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱

۵ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۳ ۶ البدور البازغہ ص ۲۸ ۷ ۸ ملاحظہ ہو بحوالہ نمبر ۶

۹ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۲۹-۳۰

۱۱ بدور بازغہ ص ۹۴

۱۲ تاویل الاحادیث مع اردو ترجمہ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد ص ۱۳
بدور بازغہ ص ۵۳- ۵۵- ۱۸۶ - نیز تاویل الاحادیث ص ۵ بدور بازغہ ص ۱۸۹

۱۳ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۲۸- ۳۷- ۳۸ - بدور بازغہ ص ۱۹۰

۱۴ حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۹ ۱۵ حجۃ اللہ البالغہ ج اول ص ۴

۱۶ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۳۴ بدور بازغہ ص ۶۶

۱۷ ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ بحث نسخ ادیان

۱۸ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۴۹- ۵۰ - جلد دوم ص ۱۷

۱۹ ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۱۷۵

۲۰ بدور بازغہ ص ۱۹۲ نیز حجۃ اللہ البالغہ ج ثانی ص ۱۷ - تفہیمات ص ۱۰۱